(دعاۃ الامۃ)

(امت کے راہنما)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	تمہید	۷
۲	ملت کے ہادی	۸
۳	خلفاء باطنین	۹
۴	وہ علوم جن پر دین کا بقاء موقوف ہے	۱۰
۵	تربیتی علوم	۱۱
۶	علم تفسیر کی ضرورت	۱۱
۷	علوم ادبیہ کی ضرورت اور علمِ اسماء الرجال	۱۱
۸	علم فقہ واصول فقہ کی ضرورت	۱۲
۹	ضرورتِ وعظ واصلاح وتربیت	۱۲
۱۰	ضرورت علم کلام	۱۳
۱۱	علوم آلیہ عقلیہ کی ضرورت	۱۳
۱۲	تجوید وقراءات کی ضرورت	۱۳
۱۳	ضروریات دین پر مطلع ہونے کے دو طریق	۱۴
۱۴	ضرورت استفتاء وافتاء	۱۴
۱۵	ضرورت وعظ وتقریر	۱۴
۱۶	ضرورت صحبت مشائخ	۱۵
۱۷	حصول علم کے درجات	۱۶
۱۸	بقاء دین کا موقوف	۱۷

۱۹	ضرورت مدارس	۱۸
۲۰	مرکزی دارالعلوم کی ضرورت	۱۸
۲۱	اکابر کا طریق	۲۰
۲۲	انتخاب مضمون کی ضرورت واہمیت اور درجہ تکمیل	۲۰
۲۳	مرکزی دارالعلوم اور درجہ تکمیل کی ضرورت	۲۱
۲۴	مرکزی دارالعلوم کا روح وجسد	۲۲
۲۵	مرکزی دارالعلوم کے اوصاف	۲۲
۲۶	اوصاف مذکورہ کا حامل مدرسہ کیسے بنایا جائے	۲۴
۲۷	مدرسہ دیوبند کی انفرادیت	۲۵
۲۸	کاملین امت کے سادہ اسماء گرامی	۲۷
۲۹	الجامعۃ القاسمیہ	۲۷
۳۰	مجموعہ اوصاف کا جامع دارالعلوم	۲۹
۳۱	مدارس کی اعانت عام مسلمانوں پر واجب ہے	۳۰
۳۲	شبہ کا جواب	۳۰
۳۳	فلسفیانہ شبہ کا جواب	۳۱
۳۴	آمرین بالمعروف کی مخالفت پر وعید	۳۲
۳۵	لوگوں کی مخالفت ان کو نقصان نہیں پہنچائیگی	۳۲
۳۶	مدرسہ میں فقہاء ومحدثین کی تیاری اور ان کے مشاہرے کا اہتمام	۳۲
۳۷	دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا عبیداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سندھی کی برکات	۳۳

وعظ

(دعاۃ الامۃ)

(امت کے راہنما)

ناظم جمعیت الانصار حضرت مولانا عبیداللہ سندھی نے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ وہ مدارس کی ضرورت وافادیت اور ایک ایسی جماعت کی اہمیت پر جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے بیس صفحات پر مشتمل ایک مضمون قلم بند فرمادیں حضرت نے ان کی فرمائش پر پانچ گھنٹے میں یہ مضمون قلم بند فرمایا پھر خود ہی اس کو مجمع عام میں پڑھ کر سنایا۔ مجمع چونکہ اہل علم حضرات کا تھا اس لئے مضمون میں اشارات اور اجمال سے کام لیا گیا خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے آخر مضمون میں مولانا عبیداللہ سندھی سے اس کی تفصیل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے اس لئے عوام کے واسطے اس مضمون کو سمجھنا شاید مشکل ہو۔ احقر نے اس پر متعدد عنوانات لگا کر جو حضرت نے نہیں لگائے تھے اور مشکل الفاظ کی تشریح کر کے مضمون کو آسان اور قریب الفہم کرنے کی کوشش کی ہے اس مضمون میں مدارس اور اصل مدارس کی ضرورت واہمیت کو خوب وضاحت سے بیان کیا گیا ہے آج کل مدارس اور اہل مدارس پر بہت اعتراضات کئے جاتے ہیں اس مضمون کو پڑھ کر اندازہ ہوگا کہ مدارس کا مسلمانوں کی ہدایت اور راہنمائی میں کتنا اہم کردار ہے۔ پوری مسلم قوم کی ذمہ داری ہے کہ وہ مدارس کے قیام و بقاء کی حتی الوسع کوشش کریں اسی ضرورت کے پیش نظر یہ مضمون شائع کیا جارہا ہے تاکہ علماء اور عوام اس سے مستفید ہوں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وعظ ۱۷/ ربیع الثانی کو موتمر الانصار کے اجلاس ثانی میرٹھ میں خود پڑھ کر سنایا۔

خلیل احمد تھانوی

۳۰/شوال ۱۴۳۴ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد انّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ و بارک وسلم **اما بعد:**

تمہید

بعد الحمد والصلوۃ احقر اشرف علی تھانوی عفی عنہ باقتضائے وقت ایک ضروری مضمون متعلق بقاء ملۃ اسلام کے عرض کرتا ہے جس کو پولیٹکل (۱) معاملات سے کچھ تعلق نہیں۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (۲) ”یعنی تم مسلمانوں میں (ہمیشہ) ایک ایسی جماعت رہنا چاہئے جو خیر کی طرف (لوگوں کو) دعوت کرتی ہیں اوراچھی باتوں کی فرمائش کرتی ہیں اور بری باتوں سے منع کرتی رہیں اور (دنیاوآخرت میں) کامیاب یہ ہی لوگ ہیں“

جناب رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے: (لا یزال طائفۃ من امتی منصورین علی الحق لا یضرھم من خذلھم) (الصحیح للبخاری: ۹:۱۲۵ بلفظ آخر)

(۱) سیاسی (۲) سورۂ آل عمران: ۱۰۴۔

یعنی میری امت میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت (خدمت دین کے لئے) موجود رہے گی جو (منجانب اللہ) منصور (ومؤید) ہوں گے اور حق پر قائم ہوں گے اور جو شخص ان کا ساتھ نہ دے گا وہ (یعنی اس کا ساتھ نہ دینا) ان کے لئے مضر نہ ہوگا۔(۱)

ملت کے ہادی

آیت شریفہ تشریعاً (۲) ایسی جماعت کو ضروری بتلا رہی ہے جو طریق حق کی طرف امت کے داعی اور ملت کے ہادی ہوں (۳) اور اخیر میں لفظ عام سے اس جماعت کی، کامگاری (۴) کی بشارت دے رہی ہے۔ اور حدیث شریف بعد ضرورت تشریعیہ کے ایسی جماعت کے وجود تکوینی مستمر الی یوم القیامۃ کی پیشین گوئی کر رہی ہے (۵) اور اس جماعت کی، کامگاری کا راز کہ تائید من اللہ (۶) ہے بتلا رہی ہے اور لا یضرھم من خذلھم سے لطیف و خفی لہجہ میں اس جماعت کے ساتھ نہ دینے والے کا مذموم و ملام (۷) ہونا اس عنوان سے ظاہر کر رہی ہے کہ اس جماعت کا جب خدا تعالیٰ کا ساتھ دینا ہے جس سے وہ منصورین کی صفت سے موصوف ہوئے تو ان کا ساتھ نہ دینے والا خدا کا مخالف ہوا کہ خدا تو ساتھ دے اور وہ شخص ساتھ نہ دے اعاذنا اللہ منہ۔ (۷)

اور ایک طرف جس طرح ساتھ نہ دینے والے کو مذموم و ملام (۸) کہہ رہی ہے دوسری طرف صریح دلالت سے اس جماعت کو کسی کے ساتھ نہ دینے سے اندیشہ میں پڑنے سے بے فکر کر رہی ہے کہ تم تسلی رکھو اگر تمہارا کسی نے ساتھ نہ دیا تب بھی تم کو اس سے ضرر نہ ہوگا (۹) اور تمہاری کامیابی میں تمہارا انفراد سنگ راہ نہ

---

(۱) نقصان دہ نہیں ہوگا (۲) شرعی طور پر (۳) امت کو دعوت دینے والے اور ہدایت کرنے والے (۴) کامیابی کی (۷) حدیث میں شرعی ضرورت کی بنا پر قیامت تک ایسی جماعت کی موجودگی کی پیش گوئی ہے (۵) اس جماعت کی کامیابی کا راز اس کو اللہ کی تائید حاصل ہونا بتا رہی ہے (۶) بہت عمدہ پیرایہ میں اس جماعت کا ساتھ نہ دینے والوں کی مذمت اور ان پر ملامت کی جا رہی ہے (۷) اس بات سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں (۸) برائی و ملامت کر رہی ہے (۹) نقصان۔

ہوگا(۱) کیونکہ تمہارا ساتھ دینے والا خدا ہے جس کے ساتھ دینے کے بعد کسی کے ساتھ دینے کا انتظار نہیں کیا جاسکتا۔

اور اس پر نظر کر کے یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ کسی کا ساتھ دینا اس کا دین یا خدام دین پر احسان نہیں ہے بلکہ یہ خود اس پر خدائی احسان ہے کہ گو اس کی اس محکمہ میں ضرورت نہ تھی مگر پھر بھی بلاضرورت اس کو جگہ دے دی گئی اور تنخواہ اجرت یعنی ثواب وقبول بمقدار ادنیٰ دی گئی یہ ہی معنی ہیں ارشاد کے ﴿يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ط قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ج بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾(۲) اور اسی کا ٹھیک ترجمہ ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمیکنی	منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

''تو بادشاہ پر اپنا احسان نہ سمجھ کہ تو بادشاہ کی خدمت کرتا ہے بلکہ بادشاہ کا ممنون احسان ہو کہ اس نے تجھ سے اپنی خدمت لی ہے''۔

خلفاء باطنین

یہ مدلولات ومفہومات ہیں آیت و حدیث مذکورین(۳) کے اور اسی جماعت کی بعض اہم اوصاف و خدمات والقاب کی مختصر تعیین ومجمل تبیین حضرت مولانا شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے اپنے اس قول میں فرمائی ہے: (المعتنین تعلیم الشرائع والقرآن والسنن والامرین بالمعروف والناھین عن المنکر والذین یحصل بکلامھم نصرة الدین اما بالمجادلة کالمتکلمین او بالموعظة کخطباء الاسلام او بصحبتھم کمشائخ الصوفیة الذین یقیمون الصلوة

(۱) تمہارا تنہا ہونا تمہارے راستہ کی رکاوٹ نہیں ہوگا (۲) اپنے مسلمان ہونے کا آپ پر احسان جتاتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اپنے مسلمان ہونے کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ دراصل اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی اگر تم راست گو ہو (۳) تلاوت کی گئی آیت وحدیث کا یہی مفہوم ہے اور اسی پر یہ دلالت کر رہی ہیں۔

والحج والذین یدلون علی طریق اکتساب الاحسان والمرغون فی التنسک والتزھد والقائمون بھذا الامر ھم الذین نسمیھم بالخلفاء الباطنین)(۱) اس عبارت میں اس جماعت کے یہ تو اوصاف ہیں معلم الشرائع والقرآن والسنن آمر بالمعروف وناھی عن المنکر ناصر دین بالکلام الملفوظی والمکتوبی ۔اور یہ خدمتیں ہیں علاوہ ان خدمات کے جو اوصاف مذکورہ سے ماخوذ ومفہوم ہیں مجادلہ وکلام۔ وعظ وخطبہ ہمت بالصحبت تہذیب نفس وتحصیل نسبت اور اخیر میں لقب ہے یعنی خلفاء باطنین۔

میرا اس وقت کا مضمون کوئی جدید دعویٰ نہیں ہوگا بلکہ قرآن مجید کی اسی آیت اور رسول اللہ ﷺ کی اسی حدیث اور شاہ اولیاء کی اسی عبارت کی کچھ شرح اور تفصیل ہوگی جس سے وہ ہر طرح قابل قبول اور لائق توجہ وعمل ہوگی۔(اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلاحَ مَااسْتَطَعْتُ ط وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ ط عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْب)''اور میں صرف اصلاح چاہتا ہوں جتنی میری بس میں ہے میری اور سب توفیق اللہ کی طرف سے ہے جس پر میں نے توکل کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں''

وہ علوم جن پر دین کا بقاء موقوف ہے

اس آیت اور اس روایت اور اس عبارت میں چند احکام ہیں اور بعض احکام میں کچھ اجزاء ہر حکم اور ہر جزو پر مختصر عرض کرنا ضروری ہے۔حکم اول بقاء دین

(۱)ان خلفائے باطنین کی یہ صفات ہیں شریعت اور قرآن وسنت کی تعلیم دیتے ہیں اچھے کاموں کا حکم کرنے والے اور برے کاموں سے روکنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے کلام سے شریعت ودین کی مدد ہوتی ہے۔ یا بطریق مجادلہ (دلائل کے ذریعہ) اس جماعت کا نام متکلمین ہے یا بذریعہ وعظ ونصیحت یہ اسلام کے خطیب حضرات ہیں۔ یا ان کی صحبت سے اسلام آتا ہے۔ یہ لوگ صوفیاء کہلاتے ہیں جو نمازیں قائم کرتے اور حج وغیرہ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو احسان کے درجہ تک آدمی کی راہنمائی کرتے ہیں اور زہد کی راہ پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں انہی کا نام خلفائے باطنین ہے۔

ہے جو ان امور پر موقوف ہے علم تفسیر۔ علم تجوید و قراءۃ۔ علم حدیث۔ علم اصول حدیث۔ علم عربیہ صرف، ونحو، ولغت، وبلاغت۔ علم فقہ جس میں فرائض، وعلم اخلاق وتصوف بھی داخل ہے علم اصول فقہ۔ علم کلام۔ علم قول شارح، وحجت اصول مناظرۃ۔ اور جو علوم ان کے مقدمات یا متممات ہوں ان کی تکمیل میں اہل مدارس مشغول ہیں۔

تربیتی علوم

وعظ جو مساجد ومجالس عامہ میں رکھا جاتا ہے۔ تربیت اخلاق وسیاسات نفس جو خانقاہوں میں پایا جاتا ہے۔

اس حکم میں چند اجزاء ہیں جزو اول وجہ توقف (۱) اور علوم پر ظاہر ہے کیونکہ دین میں کل دو امر مقصود ہیں تصحیح عقائد، واصلاح اعمال۔ ان اعمال میں اعمال جوارح اور اعمال قلب (۲) دونوں داخل ہیں۔ اور اعمال جوارح میں دیانات ومعاملات دونوں داخل ہیں۔ اور معاملات میں حقوق مالیہ اور معاشرت دونوں داخل ہیں۔

علم تفسیر کی ضرورت

قرآن وحدیث ان کی تعلیم میں اصل ہے پھر قرآن مجید کے توضیح مغلقات وتعیین مبہمات ومشترکات وامثال ذالک میں لغات وروایات کاشفہ اسباب نزول کی حاجت ہوئی اس مجموعہ کا نام علم تفسیر ہے۔ (۳)

علوم ادبیہ کی ضرورت اور علم اسماء الرجال

اور چونکہ قرآن لغت عربی میں ہے اس سے علوم عربیہ ادبیہ ولغات کی

---

(۱) ان علوم پر اصلاح موقوف ہونے کی وجہ (۲) ہاتھ پیر اور دل کے اعمال (۳) قرآن کریم کی مغلق عبارات کی وضاحت اور مبہم اور مشترک جملوں میں ایک جانب کی تعیین کی ضرورت ہوئی اور لغات کے حل کی ضرورت پیش آئی اور ان کی وضاحت کی ضرورت کے لئے آیت کے شان نزول کے معلوم ہونے کی ضرورت پیش آئی تو اس طرح علم تفسیر وجود میں آیا۔

احتیاج بھی ثابت ہوگئی اور حدیث چونکہ بجمیع اجزائہ متواترۃ الالفاظ (۱) نہیں ہے اس لئے اس کی تنقید وتمیز کے لئے علم اصول روایت کہ فن رجال بھی اس کے تابع ہے ضروری ٹھہرا۔

علم فقہ واصول فقہ کی ضرورت

اور چونکہ بعض احکام صریح الفاظ قرآن وحدیث کے مدلول (۲) نہیں اس لئے سلف صالح نے غیر منصوص کے احکام کو منصوص سے اخذ واستنباط کرنے کے لئے (۳) خود قرآن وحدیث سے قواعد صحیحہ سمجھ کر ان کو خود بھی استعمال کیا اور اپنے اصحاب پر اس کو القاء واملاء (۴) فرمایا اس سے فقہ کہ علم احکام مستنبط ہے اور اصول فقہ کہ علم بقواعد استنباط احکام ہی حاصل ہوا۔

ضرورت وعظ واصلاح وتربیت

پھر چونکہ ہر زمانہ میں عامہ ناس (۵) تحصیل علوم بدرجہ تکمیل کے لئے فارغ (۶) نہیں ہوسکتے اس لئے ان کے افادہ کا سہل طریق خطبہ یعنی موعظت عامہ (۷) قرار پایا اور چونکہ بعض اعمال نفس پر کسی قدر شاق ہیں جن میں کوتاہی بعید نہیں نیز بعض اعمال میں بعض غامض خرابیاں (۸) بھی ہیں جن کا فروگذاشت (۹) ہوجانا عجیب نہیں اس لئے اول کے تدارک کے لئے بالاستقلال علوم منبہ کی کہ علم اخلاق ہے اور ثانی کی تلافی کے لئے یہ سمجھ کر کہ انسان بنی نوع کے حال سے بہت

---

(۱) حدیث کے سب الفاظ تواتر سے ثابت نہیں (۲) شریعت کے بعض احکام پر قرآن کریم کے صریح الفاظ دلالت نہیں کرتے (۳) جن باتوں کا حکم قرآن وحدیث میں صراحتاً نہیں ہے ان کا حکم ان مسائل پر قیاس کرکے مستنبط کیا جن کا حکم صراحتاً موجود ہے۔ اس کو فقہ کہتے ہیں (۴) اپنے شاگردوں کو بتایا اور سکھایا (۵) عام لوگ (۶) ان تمام علوم کو مکمل طور پر حاصل کرنے کے لئے فارغ نہیں (۷) عام نصیحت وعظ (۸) پوشیدہ خرابیاں (۹) بھول چوک۔

متاثر ہوتا ہے صحبت اہل تہذیب کی ضرورت ثابت ہوئی یہ انتظام تو اندر حدود کا ہے۔

ضرورت علم کلام

چونکہ ہر مقصود الابقاء (۱) چیز کے لئے اندرونی انتظام کے ساتھ بیرونی حفاظت کی بھی ضرورت ہوتی ہے دین اسلام بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتا اس لئے بیرونی حملات مذہبی کی مدافعت بھی ایک لابدی امر ٹھہرا (۲) اس کے لئے علوم مجادلہ وکلام کی ضرورت قرار پائی۔

علوم آلیہ عقلیہ کی ضرورت

اور چونکہ بعض مدافعات میں مخالف کے مذہب پر بھی نظر کی ضرورت ہوتی ہے اس ضرورت سے بھی اور نیز خود احقاق حق وابطال باطل کی غرض سے بھی جو کہ اشاعت اسلام کے لئے موقوف علیہ ہے (۳) اور یہ اشاعت خود مامور بہ اعظم ہے (۴) بعض اوقات دوسرے مذاہب پر مطلع ہونا ضروری ہوتا ہے۔ بعض غیر مقصود علوم کی تحصیل اس مرتبہ میں مقصود بالغیر ہوگی، نیز اثبات امور واجبۃ الاثبات اور نفی امور واجبۃ النفی میں (۵) کچھ عقلی قوانین کی حاجت ظاہر ہے اس بناء پر بعض علوم آلیہ عقلیہ محتاج الیہ ہوں گے۔

تجوید وقراءات کی ضرورت

اور چونکہ شریعت نے قرآن مجید کے الفاظ کے ساتھ بالذات بھی اعتنا فرمایا ہے بضرورت حفاظت بھی اور بمصلحت ثواب تلاوت بھی اس لئے تجوید وقرات بھی واجب الاہتمام ہوا اس تقریر سے اجمالاً تمام علوم ضروریہ بالذات وبالغیر کی مختصر فہرست

---

(۱)۔۔۔جس چیز کا باقی رکھنا مقصود ہو (۲) مذہب اسلام پر جو لوگ باہر سے حملہ آور ہوں ان سے دفاع کی بھی ضرورت ہے (۳) جس پر اسلام کی اشاعت موقوف ہے (۴) سب سے بڑا حکم اسلام کی اشاعت ہے (۵) جن کاموں کا کرنا واجب ہے ان کو ثابت کرنا اور جن کا نہ کرنا ضروری ہے ان کی ممانعت کا ثبوت۔

معلوم ہوگئی اور ساتھ ساتھ ان سب پر بقاء دین کا توقف عقلی عادی بھی معلوم ہوگیا۔ اور بقیہ امور پر توقف آگے جزو دوم میں مذکور ہوگا۔(۱)

ضروریات دین پر مطلع ہونے کے دوطریق

جزودم۔ عام لوگوں کو جو کہ علوم مذکورہ میں بوجہ عدم فراغ مہارت نہیں پیدا کرسکتے۔ضروریات دین پر اطلاع ہونے کے دوطریقے ہیں۔

ضرورتِ استفتاء وافتاء

ایک یہ کہ خود ان کو اس کی حاجت محسوس ہو اور احساس کے ساتھ طلب ورغبت بھی ہو اور اس وجہ سے وہ کسی ماہر عالم کے پاس قصد کرکے جاویں اور سوال کرکے جواب حاصل کریں یہ استفتاء وافتاء ہے۔

ضرورت وعظ وتقریر

دوسرا طریق یہ ہے کہ یا تو ان کو حاجت کا احساس ہی نہ ہو۔یعنی مثلاً کسی کو اپنے کسی فعل کے متعلق کوئی شبہ ہی نہ پیدا ہو اس لئے اس کی نسبت سوال کی حاجت نہ سمجھیں یا احساس ہو مگر جاذبہ عمل وتقویٰ کا تقاضا نہ ہو(۲) اس لئے پوچھنے کی بھی ضرورت نہ سمجھیں اور اس لئے ان کو علماء خود ابتداء خطاب کرکے متنبہ ومتوجہ کریں۔

اور چونکہ غفلت اکثر میں غالب ہے اس لئے علماء کو اجازت نہ ہوگی کہ عوام سے پہلے طریقہ کے منتظر رہیں بلکہ دوسرے طریقہ کا اختیار کرنا خود ان پر ضرور

(۱)اس پوری تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ دین پر عمل کرنے کے لئے کن علوم کا سیکھنا ضروری اور واجب ہے۔ اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ کن علوم پر دین کا بقاء موقوف ہے۔لہذا ان علوم کی حفاظت ضروری ہے جو مدارس دینیہ کررہے ہیں۔ان کے علاوہ جن علوم اور طریقوں پر دین کا بقاء موقوف ہے اس کا تذکرہ جزو دوم میں آئے گا

(۲)عمل کا جذبہ اور تقویٰ کا تقاضہ۔

ہوگا اس سے مواعظ وخطبات عامہ کا محتاج الیہ بقاء دین کا ہونا ظاہر ہوا۔

ضرورت صحبت مشائخ

جزوسوم تحصیل علم کی غایت عمل ہے اور اعمال میں عموماً جذبات باطنہ محمودہ کا سخت دخل ہے اور ان جذبات کے ساتھ دوسرے جذبات نفسانیہ جن کی بناء بعض منافع دنیویہ کا جلب(۱) یا بعض مضار دنیویہ کا دفع ہے(۲) اکثر اوقات منازعت(۳) کرتے ہیں اور بوجہ ان جذبات نفسانیہ کے اوفق بالمرافق العجالہ(۴) ہونے کے اکثر یہی غالب آتے ہیں اور اس کے مغلوب کرنے اور جذبات محمودہ کے غالب کرنے کے لئے صرف ایک ہی چیز کام دینے والی ہے یعنی ہمت بمعنی عزم مصمم۔(۵)

اور تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ بہت کم طبائع ایسی ہیں کہ حالت انفراد میں ان کے عزم کو تصمیم(۶) ہو جاوے اس لئے اکثر کے لئے اس کی سخت حاجت ہوگی کہ وہ کسی صاحب عزم مصمم کے ساتھ چندے مجتمع رہے(۷) کہ اس کے عزم کو دیکھ دیکھ کر اس کے عزم میں تصمیم(۸) پیدا ہو اور پھر بعد راسخ ہوجانے ملکہ کے مفارقت اور انفراد بھی مضر نہ ہوگا(۹) اور اس مصلحت تصمیم عزم کے ساتھ ہی دوسرے منافع ومصالح بھی مثل اطلاع کے دقائق مکائد نفس پر اور تطہیر اعمال کے شوائب اغراض فاسدہ سے اور ایک وجدانی وذوقی تعلق پیدا ہوجانے کے حق تعالیٰ کے ساتھ وغیرذالک بھی ان کی صحبت سے میسر ہوتے ہیں(۱۰)۔

---

(۱) دنیاوی فائدوں کا حصول (۲) دنیاوی نقصان سے بچاؤ (۳) رکاوٹ بن جاتے ہیں (۴) چونکہ یہ جذبہ نفسانی کے موافق ہوتے ہیں اسی لئے جلد غالب آجاتے ہیں (۵) پختہ ارادہ (۶) بلاصحبت ان کے ارادہ میں پختگی آئے (۷) پختہ عزم والے کے ساتھ کچھ عرصہ رہے (۸) پختگی (۹) جب یہ بات دل میں جم جائیگی پھر اکیلے رہنے میں کبھی کوئی نقصان نہیں (۱۰) شیخ کی صحبت سے یہ فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں کہ نفس کے مکر سے واقف ہوتا ہے۔ اعمال میں پاکیزگی آتی ہے۔ بری اغراض کے شامل ہونے سے بچ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ایک خاص تعلق پیدا ہوجاتا ہے۔

اس سے ضرورت مفہوم ہوگئی ہوگی حضرات مشائخ صوفیہ کی صحبت میں چندے رہ کر ان کے ارشادات پر عمل کرنے کی اور یہ ضرورت مشترک ہے خواص و عوام یعنی علماء وغیر علماء کے درمیان میں۔

پس حکم اول کے ان اجزاء ثلثہ میں بقاء دین کا توقف جمیع امور مذکورہ پر ثابت ہوگیا(۱) اور یہی مدعا تھا اور یہ حکم آیت کے ان جملوں میں ﴿یَدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ﴾ ''جو خیر کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں''

اجمالاً اور شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عبارت میں تفصیلاً موجود ہے۔ جو اسی اجمال کی تفصیل ہے چنانچہ دعاء الی الخیر وامر بالمعروف ونھی عن المنکر (۲) کا ان سب پر منطبق ہوجانا اہل علم پر مخفی نہیں رہ سکتا۔

حصول علم کے درجات

حکم دوم۔ ان علوم کی تحصیل کے دو درجے ہیں ایک مجموعہ مقاصد وآلات کا مہارت کے ساتھ جمع کرنا(۳) دوسرے صرف مقاصد پر اور اس میں بھی ہر وقت کے اقتضاء کے موافق ضروری مقدار پر پھر دوسرے وقت پر اس وقت کے اقتضاء کے موافق ضروری مقدار پر اکتفا کرنا(۴)۔

اور ظاہر ہے کہ درجہ اول کے لئے ہر امتی فارغ نہیں ہے (۵) اسی لئے

---

(۱) حکم اول کے جو تین جزء میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ دین کا بقاء ان امور مذکورہ پر ہے (۲) خیر کی طرف بلانا اچھے کام کا حکم اور برے کام سے روکنے کا حکم ان امور مذکورہ پر منطبق ہونا کسی پر پوشیدہ نہیں ہے (۳) تمام مقاصد کا علم مہارت تامہ کے ساتھ حاصل کرنا (۴) صرف مقاصد کا علم بقدر ضرورت وقت حاصل کرنا (۵) درجہ اول کا علم ہر شخص حاصل نہیں کرسکتا۔

اسلام کے کسی دور میں بھی کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہر ہر واحد اس درجہ کا جامع ہوا ہو البتہ ہمیشہ یوں رہا ہے اور اب بھی یہی ہوسکتا ہے اور اتنا ہی ہونا کافی بھی ہے کہ دوسرا درجہ عام رہے اور پہلا درجہ خاص جماعت کے ساتھ خاص رہے (۱) مگر وہ جماعت ہر جگہ شمار میں اتنی ہو کہ اس جگہ کی ضروریات دینیہ کے لئے کافی ہوسکے پہلے درجے کے لوگوں کو عوام یا طلبہ کہا جاوے گا اور دوسرے درجے کے لوگوں کو خواص یا علماء کا لقب دیا جائے گا۔ (تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے منتخب کیا گیا ہے) حدیث یہ ہے طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۰:۲۴۰، البدایة والنهایة ۱۱:۲۲ ۳) ''علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے'' نیز صدر کی آیت وحدیث (۲) بھی اس درجہ کے ذکر سے خالی نہیں آیت میں یدعون کا مفعول مقدر اور حدیث میں لفظ امتی کے مصداق کا (کہ من مجرور ہے) بقیہ اس سے عبارت ہے۔

بقاء دین کا موقوف

حکم سوم: جس جماعت کو علماء وخواص سے اوپر ملقب کیا گیا ہے اور جس کو قرآن وحدیث میں امة داعیہ الی الخیر (۳) اور طائفہ منصورین فرمایا گیا ہے اس جماعت کا قائم ہونا اور ہمیشہ قائم رہنا مقاصد شرعیہ اور واجبات دینیہ سے ہے۔ چنانچہ قرآن میں ''ولتکن'' صیغہ امر اس وجوب پر دلالت کرنے کے لئے کافی ہے تو بعد انضمام حکم دوم ایک ایسی جماعت کا جن میں علماء مفسرین ومحدثین وفقہاء واصولیین ومتکلمین و

---

(۱) دوسرے درجہ کا علم عام ہو اور پہلے درجہ کا علم خاص لوگ حاصل کریں (۲) ابتدائے وعظ میں مذکور آیت اور حدیث (۳) خیر کی طرف بلانے والی جماعت اور وہ جماعت جس کی مدد کا اللہ نے وعدہ کیا۔

خطباء وصوفیہ ہوں قائم کرنا سب مسلمانوں پر فرض ہوا اور بعد انضمام حکم (۱) اول بقاء دین کا اس جماعت علماء پر موقوف ہونا ثابت ٹھہرا۔ تجربہ متعلقہ تکمیل وتسہیل حکم سوم۔ (۲)

ضرورت مدارس

اس میں کلام زیادہ طویل کرنے کی حاجت نہیں زمانہ کے اسباب و واقعات نے تجربہ ومشاہدہ کرا کر اس کے تسلیم کرا لینے پر بلاشبہ مجبور کردیا ہے کہ اس شان کی جماعت علماء کی جس کا اوپر ذکر ہوا ہے تیاری کی تکمیل موقوف عادی ہوگئی ہے اسباب خاصہ کے جمع ہونے پر (۳) ان اسباب کا خلاصہ آئندہ کی مختصر سطور سے سمجھ میں آجاوے گا۔ وہ یہ کہ جابجا اسلامی علوم کی کفالت کے لئے مدارس ہوں اور ان میں علوم دینیہ کا درس ہو اور ان کا ایسا نظم ہو کہ ان کے محصلین (۴) میں ایسے کاملین کی جماعت پیدا ہو جو مذکورہ بالا خدمات دین کے لئے بالکل کافی ہوں۔

مرکزی دارالعلوم کی ضرورت

اور چونکہ مشاہدہ ہے کہ ہر مدرسہ میں کاملین تیار ہونے کا نہ سامان ہے اور نہ مسلمانوں کی حالت سے یہ امید ہے کہ ہر ہر مدرسہ میں اتنا سامان مہیا کرسکنے کے وہ متحمل ہوسکیں اس واسطے یہ ضروری ہوگا کہ بعض مدرسے ایسے ہونے چاہئیں۔ پھر وہ اگر متعدد ہوں اور ایک کا دوسرے سے کوئی ارتباط واتساق (۵) نہ ہو تو اس صورت میں تجربہ ہی اس ماننے پر مجبور کرتا ہے کہ بوجہ اس کے کہ طبائع میں استبداد وانفراد غالب ہے (۶) بہت جلد ایک دوسرے کے گھٹانے یا مٹانے کی فکر میں پڑ کر دونوں

---

(۱) پہلے حکم کو اس کے ساتھ ملانے سے یہ معلوم ہوا کہ دین کا بقاء اس جماعت کے باقی رہنے پر موقوف ہے (۲) حکم سوم کی تکمیل وتسہیل کا تعلق تجربہ سے ہے (۳) علماء کی ایک ایسی جماعت تیار کرنے کے لئے کچھ خاص اسباب جمع کرنے کی بھی ضرورت ہے (۴) ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والوں میں (۵) باہمی ربط وضبط نہ ہو (۶) خودرائی وخودپسندی غالب ہے۔

ہی اس اثر سے متاثر ہوں گے اور کوئی بھی کامیاب نہ ہوگا۔

اور اگر باہم کوئی ارتباط ہو تو اگر تساوی (۱) کے ساتھ رہے تو اس پر بھی تجربہ ہی شہادت دینے کے لئے تیار ہے کہ محض تساوی کے ساتھ وہ ارتباط (۲) رہ نہ سکے گا چنانچہ قدرتی یہ ہی راز ہے بنی آدم میں باوجود تشارک نوعی کے عقلاً تشارک حکمی کے جائز نہ ہونے کا (۳)۔ اور بالاضطرار ایک کے فرمان روا ہونے اور لاکھوں کروڑوں اسی فرمان روا جیسے ہاتھ پاؤں رکھنے والوں کے زیر فرمان ہونے کا۔ (۴) اور اگر تساوی کے ساتھ نہ ہو بلکہ ایک کو دوسرے کا تابع بنایا جاوے (۵) تو اس کا حاصل یہ ہوا کہ اگر اسی درجہ کے علماء تیار کرنے والے متعدد مدارس بھی ہوں تب بھی ان سب کا مرکز اور صدر اور متبوع اور قطب الرحی ایک ہی مدرسہ ہونا چاہئے۔ (۶)

اور جب ایک کی مرکزیت کی ضرورت تسلیم کرلی گئی تو اب اس خصوص میں گفتگو کرنا کہ ایسے مدارس متعدد ہوں یا ایک ہو قبل از وقت اور فوق از منصب تسلیم کنندہ مرکزیت کے ہے کیونکہ جب ایک کو مرکز مان لیا تو اب اس کا فیصلہ اس مرکز ہی میں ہوجاوے گا ممکن ہے کہ وہ مرکز مجموعہ حالات داخلیہ و خارجیہ پر نظر کرکے سردست ایسے مدرسہ کا ایک ہونا اور آئندہ ضرورت و مصلحت و وسعت کی بنا پر متعدد ہونا مناسب قرار دے اس وقت تو مقصود اعظم اس کا تسلیم کرانا تھا کہ مرکز ایک ہی مدرسہ ہونا چاہئے سو وہ مسلم ہو چکا۔

پس حاصل ان اسباب موقوف علیہ تکمیل اعداد جماعت مذکورہ کا یہ ہوا کہ مثلاً ہم لوگوں کے لئے ہندوستان میں ایک ایسا مدرسہ مرکزیہ تجویز کیا جاوے کہ تمام

(۱) برابری (۲) تعلق (۳) بنی نوع انسان اگرچہ نوع کے اعتبار سے سب مشترک ہیں لیکن احکام میں مختلف (۴) جبراً ایک حکمران ہوتا ہے اور اسی نوع کے باقی انسان محکوم ہوتے ہیں (۵) ایک مدرسہ دوسرے کے تابع ہوجائے (۶) تمام مدارس کا ایک مرکز ہو جس کے سب تابع ہوں۔

مدارس اسلامیہ اس کے تابع ہوں اور ہر مدرسہ اس مدرسہ مرکزیہ کی رائے سے معین کیا جاوے(۱) اور ان مدارس کے محصلین (۲) جب اس درس سے فارغ ہوجاویں تو اس مدرسہ مرکزیہ میں تکمیل کے لئے آجاویں اور تکمیل سے مراد درسیات متعارفہ (۳) کا پورا کرنا نہیں۔ یہ تو ان مدارس فرعیہ میں سے بھی بہت سے مدرسوں میں رہ کر ہوسکتا ہے اور خود اس مدرسہ مرکزیہ میں بھی مثل دیگر مدارس کے یہ نصاب بھی رہنا چاہئے۔

اکابر کا طریق

بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہمارے اکابر کا طریق تھا کہ باوجود جامعیت کے زیادہ توجہ ہر محصل کے مناسبت طبیعت وموافقت مذاق کے لحاظ سے کسی خاص فن کی طرف کی جاتی تھی (۴) اور یہ ہی وجہ تھی کہ سب کامل ہی ہوتے تھے اور گو قدرتی طور پر اب بھی یہ طریقہ جاری ہے کہ بعد تحصیل نصاب متعارف (۵) کے سب کی توجہ الگ الگ خاص خاص فنون کی طرف ہوجاتی ہے۔

انتخاب مضمون کی ضرورت واہمیت اور درجہ تکمیل

لیکن بڑا فرق ہے اس میں کہ توجہ ہو اور سامان نہ ہو، یا کم ہو۔ اور اس میں کہ توجہ ہو اور سامان بھی پورا ہو۔ اکابر کے پاس اگر سامان میں کچھ کمی ہوتی تھی تو وہ اپنی جدوجہد وصبر ومشقت و نیز فطری اصابت فہم سے (۶) اس کی تلافی کر لیتے تھے۔ اور اب یہ جزومابہ التلافی خود کمیاب ہوتا جاتا ہے (۷)۔ و نیز اس وقت دوسرے مذاہب وملل والے بھی ایسے ضوابط سے کام نہ لیتے تھے اس لئے اہل حق کو بھی اس کی ضرورت نہ تھی۔ اب ایک تغیر یہ بھی ہوگیا ہے اس لئے بہت ضروری ہے

(۱) مقرر (۲) فارغین مدارس (۳) جو کتابیں عام طور پر مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں (۴) ہر تعلیم حاصل کرنے والے کو اس کی طبیعت کے موافق فن سکھایا جاتا تھا (۵) مدارس کا عام نصاب تعلیم مکمل کرنے کے بعد (۶) صحیح سمجھ کی بنا پر (۷) اور اب وہ بات جس سے اس کمی کو پورا کیا جاتا تھا کم ہوتی جارہی ہے۔

کہ جس کی مناسبت جس علم سے دیکھی جائے اس کو اس علم کی کتابیں زیادہ مقدار میں دی جاویں اس علم کے ماہر اساتذہ کی صحبت میں اس کو چندے رکھا جاوے۔ اس کی ضروریات کی کفالت کی جاوے تاکہ فراغ کے ساتھ ترقی و مہارت حاصل کرسکے تکمیل سے ہماری یہ مراد ہے ایسی تکمیل کے لئے اس مدرسہ مرکزیہ میں ایک درجہ ہونا چاہئے۔ ایسے مدرسہ کا لقب پہلے سے عام وخاص کی اصلاح میں دارالعلوم ہوتا ہے اور اس کے اس درجہ خاص کا نام جس میں اس طور پر تکمیل ہو درجہ تکمیل۔

مرکزی دارالعلوم اور درجہ تکمیل کی ضرورت

اس تقریر سے ثابت ہوا کہ ایسی جماعت خادم دین کی تیاری کے لئے ایک اسلامی دارالعلوم کی مرکز المدارس ہو اور اس دارالعلوم میں درجہ تکمیل کی ضرورت ہے پس اس میں باقتضائے حکم سوم بانضام مقدمۃ الواجب واجب (۱) مسلمانوں پر اس دارالعلوم کا قائم کرنا واجب ہوا۔

اور اگر اس مجموعی سامان کو اس مقصود کی تکمیل کا موقوف علیہ (۲) نہ بھی مانا جاوے اور دعویٰ کیا جاوے کہ بدون اس کے بھی مقصود کی تکمیل ہوسکتی ہے تاہم اس میں تو شبہ ہی نہیں کہ اس سامان سے مقصود میں سہولت تو ضرور ہے پس اگر مقصود کی تکمیل کا موقوف علیہ نہ بھی ہو (۳) لیکن اس تکمیل کی تسہیل کا موقوف علیہ تو ضرور ہے اور حدیث میں سنت نبویہ مصرح ہے (ماخیر رسول اللہ ﷺ فی امرین الا اختار ایسرھما) (سنن ابی داؤد ۴۷۸۵)

جناب رسول اللہ ﷺ کو جب دو کاموں میں سے ایک کا اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ دونوں میں سے آسان کام کو اختیار فرماتے تھے) پس اگر ایسا دارالعلوم

(۱) حکم سوم کے تقاضے اور اس اصول کی بنیاد پر کہ واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے دارالعلوم قائم کرنا مسلمانوں پر واجب ہے (۲) اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مقصود کے حصول کے لئے اس سارے سامان کی ضرورت نہیں ہے (۳) مقصود کی تکمیل اس پر موقوف نہ بھی لیکن اس سے مقصود کی تکمیل میں آسانی تو ہوگی۔

بنانا واجب نہ ہوگا تو سنت ہونے میں تو شبہ ہی نہیں۔ اور یہ احتمال سنیت کا اس وقت تبرعاً وتنزلا(۱) منوانے پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ بطور پیشین گوئی نہ کہ کشفاً بلکہ فراسۃً کہتا ہوں کہ مسلمانوں پر جو زمانہ آرہا ہے اس کو دیکھنے کے وقت آج وجوب کا انکار کرنے والے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو فرض کہتے ہوئے نظر آویں گے اور اس وقت ایسے دارالعلوم کا قائم کرنا محال تو نہیں مگر غالباً دشوار ضرور ہوگا۔

مرکزی دارالعلوم کا روح وجسد

کیونکہ جس شان کے محققین ومتدینین علماء (۲) میں اس وقت موجود ہیں ظاہراً آئندہ کمی ہوگی جیسا اس وقت پہلے سے کمی ہے اور ظاہر ہے کہ جس قدر سامان میں کمی ہوتی ہے مقصود میں دشواری ہوتی ہے اور روح ایسے دارالعلوم کی معلمین محققین ہی ہیں اور باقی سامان اس روح کا جسد (۳)۔

اے مسلمانو خوش ہوجاؤ کہ جو کام سب کے ذمہ سنت تھا یا واجب یا آئندہ کی حالت قریبہ دیکھ کر فرض۔ وہ آپ سب کی طرف سے ایک مختصر مگر برگزیدہ جماعت نے شروع کردیا ہے یعنی ایک مدرسہ کو اسی شان کا دارالعلوم بنانا قرار دے دیا ہے۔ یہاں تک تو امید ہے کہ سب کے نزدیک پہلے سے مسلم یا اب واجب التسلیم ہوگا (۴)۔

مرکزی دارالعلوم کے اوصاف

اب صرف کلام اس کی تعیین میں رہا مگر قبل اس کی تعیین کے مستحسن بلکہ

(۱) دارالعلوم کے قیام کو سنت قرار دینے کا قول صرف منوانے کے لئے اختیار کیا ہے (۲) محقق اور دیندار علماء اس وقت موجود ہیں (۳) اس دارالعلوم کی روح ایسے محقق دیندار علماء ہی ہیں اور باقی اسباب بمنزل جسم کے ہیں (۴) پہلے سے لوگ اس کو مانتے ہیں اور تو اب مان لیں گے۔

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان خواص واوصاف میں بحث کی جاوے جو دارالعلوم کے لئے شایاں ہیں اس سے تعیین میں بھی سہولیت ہوگی سو میرے نزدیک بلکہ جو صاحب ذرا بھی غور وانصاف وتحقیق سے کام لیں گے ان کے نزدیک بھی ایسے دارالعلوم کے لئے ان اوصاف کی ضرورت ہے

۱۔ وہ خالص مذہبی مدرسہ ہو یعنی دنیا کا نہ اس میں غلبہ ہو نہ خلط (۱) ہو کیونکہ اگر غلبہ ہے تو احکام وآثار میں حکماً ووقوعاً اعتبار غالب (۲) کا ہوتا ہے اس لئے وہ دنیوی مدرسہ ہوگا اور گفتگو ہے مذہبی دارالعلوم میں اس لئے دنیوی مدرسہ مذہبی دارالعلوم نہیں ہوسکتا اور اگر دنیا کا خلط ہے تو تجربہ سے طے ہو چکا ہے کہ دنیا بوجہ عاجل (۳) ہونے کے نفوس کو جلدی اپنی طرف مائل کرتی ہے تو دنیا ودین کا جامع بنانا مآل (۴) کار دنیا دار بنانا ہے تو ایسا مدرسہ بھی دنیوی مدرسہ ہوگا جو مذہبی دارالعلوم نہیں بن سکتا۔

دوسری غرض دارالعلوم سے خادمان مذہب کا پیدا کرنا ہے اور خدمت مذہب کے لئے صرف تحصیل علوم ہی کافی نہیں بلکہ اس کے لئے سخت ضرورت ہے تقدس وتعشق دین وخلوص وللّٰہیت وتوکل وقناعت وتواضع وانکسار وتحمل مشاق ومصاعب (۵) کی ۔ اور خلط دنیا (۶) کے ساتھ یقینی اور مشاہد ہے کہ یہ صفات پیدا نہیں ہوسکتیں نیز ان صفات کے پیدا ہونے میں ان اوصاف والوں کے صحبت طویلہ کو اور صحبت بھی بلاشرکت ان کے اضداد کے بڑا دخل ہے (۷) اور خلط (۸) کی صورت میں یا تو ایسی صحبت ہی میسر نہ ہوگی یا اگر ہوئی تو بوجہ خلط بالدنیا کے ان

(۱) آمیزش (۲) احکام وآثار غالب کے تابع ہوتے ہیں (۳) بوجہ نقد ملنے کے آدمی کو اپنی طرف کھینچتی ہے (۴) انجام کے اعتبار سے دنیا دار بنانا ہے (۵) پاکیزگی اور دین سے عشق ہو۔ اخلاص وللّٰہیت ہو۔ توکل، قناعت، تواضع، اور عاجزی ہو مصیبتوں کو برداشت کرنے کی قوت ہو (۶) دنیاوی علوم کی آمیزش کے ساتھ یہ صفات پیدا نہیں ہوسکتی (۷) اور صحبت بھی ایسی ہو کہ اس کے مخالف کوئی بات نہ کی جائے جس سے صحبت کا اثر ضائع ہوجائے (۸) آمیزش دنیا کی صورت میں۔

کے اضداد کی معیت (۱) ان آثار کو ضعیف کرتی رہے گی غرض ایسی جگہ کی آب و ہوا دینی و مذہبی نہیں ہوسکتی اور بدون اس کے یہ اوصاف نہیں پیدا ہوسکتے اور بدون ان اوصاف کے کوئی خادم دین نہیں بن سکتا تو ایسے مخلوط مدرسہ سے خدام دین نہیں پیدا ہوسکتے اس لئے وہ دارالعلوم بھی نہیں بن سکتا۔

۲۔ اس مدرسہ میں اساتذہ محققین و مشائخ کاملین کافی مقدار میں مجتمع ہوں کیونکہ غرض دارالعلوم سے ایسے ہی لوگوں کا پیدا کرنا ہے تو اگر وہاں علماً وعملاً اہل کمال نہ ہوئے یا ہوئے مگر کم مقدار میں ہوئے تو ایک صورت میں نفس غرض اور دوسری صورت میں غرض کی مقدار عبارت پر غور فرمائیں۔

۳۔ وہاں سرمایہ کتب ومساکن ومطاعم وملابس (۲) طلبہ کے لئے کافی مقدار میں ہو کیونکہ یہ سب موقوف علیہ ہیں غرض مقصود کے اور یہ ظاہر ہے۔

۴۔ عام مسلمانوں کے دلوں میں اس کی وقعت اور میلان اور اس کے کارکنوں پر وثوق واعتبار کیونکہ یہ دارالعلوم لابد محتاج ہوگا مسلمانوں کی امداد (۳) کا اور امداد کے لئے یہ امور عادۃً موقوف علیہ ہیں۔

اوصاف مذکورہ کا حامل مدرسہ کیسے بنایا جائے

اب بعد اثبات ضرورت ان اوصاف کے آگے دو صورتیں ہیں یا تو کوئی نیا مدرسہ اس شان کا ہو یا مدارس قدیمہ میں سے کسی مدرسہ کو اس درجہ پر پہنچا دیا جاوے فی نفسہ تو دونوں صورتیں ایک ہی درجہ میں تحصیل غرض کے لئے مساوی ہیں (۴) لیکن اندرونی اور بیرونی اسباب پر نظر کرنے سے ایسا جدید مدرسہ قائم کرنا دشواری سے خالی نہیں۔

---

(۱) دنیا کی ملاوٹ کی بنا پر یا اس کی ضدوں کی ملاوٹ کے سبب اس کے آثار کو کم کردے گی (۲) کتابیں۔ رہنے کھانے کپڑے کا طلبہ کے لئے معتدبہ انتظام ہو (۳) یہ دارالعلوم مسلمانوں کی امداد کا یقیناً محتاج ہوگا (۴) برابر ہیں۔

اندرونی اسباب تو یہ کہ اس جدید مدرسہ کے لئے اس درجہ کے علماء ومشائخ جو کہ فارغ ہوں کہاں سے آویں گے اور اتنے مشغولین کا فارغ ہوجانا یہ کوئی سہل بات نہیں۔ اور بیرونی اسباب یہ کہ اتنے سامان فراہم کرنے کے لئے جس میں سب سے پہلے ایک بہت بڑا مکان اور ایک بہت بڑا کتب خانہ ہوگا قبل کام شروع ہونے کے لاکھوں روپیہ کی ضرورت ہوگی جس کے لئے مسلمانوں کو ہم تیار نہیں پاتے خاص کر اس وجہ سے بھی کہ اس وقت وہ خیال محض فرضی و ہوائی ہو۔ انسان طبعاً آنکھوں کے سامنے کی موجودہ کام کی صورت کی طرف منجذب ہوا(۱) کرتا ہے۔

مدرسہ دیوبند کی انفرادیت

غرض ان بیرونی واندرونی اسباب کی دشواری جدید مدرسہ سے کار برآری کی متوقع نہیں (۲) ہونے دیتی لامحالہ دوسری شق متعین ہوگئی کہ کسی قدیم مدرسہ ہی کے لئے معراج ترقی پر پہنچانا تجویز کیا جاوے۔ اب یہ بات کہ قدیم مدارس میں سے وہ مدرسہ کونسا مدرسہ ہو تو بعد معلوم ہوجانے ان خصوصیات لازمہ کے جو دارالعلوم کے لئے شایان ہیں جن کا اوپر چار نمبروں میں ذکر کیا گیا ہے اس سوال کے جواب میں میرے کسی دعوے کی ضرورت نہیں ہر صاحب نظر فیصلہ کرسکتا ہے کہ جس مدرسہ میں وہ خصوصیات ہوں وہی اس تخصیص کے لئے احق ہے (۳) اور اس کا دیکھ لینا بھی کچھ دشوار نہیں کہ وہ کون سا مدرسہ ہے جس میں ان خصوصیات کا اجتماع محسوس و بین ہے (۴)۔

شاید اب بھی کسی کو اس مصلحت سے کہ بعض طبائع کو بعد تسمیہ کے تطبیق میں غور کرنا سہل ہوتا ہے اس مدرسہ کے نام سننے کا انتظار ہو سو جو مدرسہ میرے

(۱) کھنچتا ہے (۲) نئے مدرسہ سے کام نکلنے کی توقع نہیں (۳) سب سے زیادہ مستحق (۴) واضح ہے۔

نزدیک اس شان کا ہے اس میں میرا تحصیل درسیات کرنا اس کو گونام لینے سے عرفاً مانع ہے(۱) کہ وہ نام لینا کہیں اس پر محمول نہ کیا جاوے کہ جس کا کھائیے اس کا گائیے مگر یہ مانع اتنا قوی نہیں جس قدر مقتضی تسمیہ(۲) کا کہ شرع اور عقل ہی قوی ہے اس لئے

حدیث: الدین النصیحة (الصحیح للبخاری: ۱/۲۲، مشکوۃ المصابیح: ۴۹۶۹)

''دین خیر خواہی کا نام ہے'' پر نظر کر کے اس مدرسہ کا نام بلا کسی لقب کے بتلائے دیتا ہوں اس کا نام ہے مدرسہ دیوبند۔

اور بلا لقب اس لئے بتلایا گیا کہ جس کا نام ہی سننے سے اس کے تمام اوصاف وکمالات مثل لازم بین کے سب نظروں میں پھر جاتے ہوں اس کا نام ہی لقب ہے پھر لقب بڑھانا تحصیل حاصل ہے کیا عجب ہے کہ یہی قدرتی راز ہو اس کا کہ اس وقت بہت کم مدارس ایسے ہوں گے جن کا کوئی نہ کوئی علم بھی(۳) نہ ہو بجز مدرسہ دیوبند کے کہ اول سے اس وقت تک اس کا کوئی علم بھی ہوا ہی نہیں(۴) صرف مدرسہ دیوبند کہا جاتا ہے۔ ولنعم ما قیل(۵)۔

زعشق نا تمام ما جمال یار مستغنی است
بآب ورنگ و خال وخط چہ حاجت روئے زیبارا(۶)

وقیل۔ دلفریباں نباتی ہمہ زیور بستند   دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد(۷)

وقیل حسن الحضارة مجلوب بتطرية   وفی البداوة حسن غیر مجلوب(۸)

---

(۱) میں نے چونکہ اس مدرسہ میں پڑھا ہے اس لئے عرفا مجھے اس کا نام نہیں لینا چاہئے (۲) اس کا نام بتانا زیادہ ضروری ہے (۳) کوئی نام بھی نہ ہو (۴) کوئی خاص نام نہیں رکھا گیا بلکہ مدرسہ دیوبند کہا جاتا ہے (۵) کسی نے کیا خوب کہا ہے (۶) میرے محبوب کا حسن میرے ناتمام عشق سے بے نیاز ہے اس کے خوبصورت چہرے کو مصنوعی سرخی پوڈر اور میکپ کی ضرورت نہیں (۷) اور کسی نے یوں کہا ہے کہ لوگوں کے محبوبوں نے پھولوں اور پودوں کے ہار پہنے ہوئے ہیں میرا محبوب خداداد حسن رکھتا ہے اس کو ان چیزوں کی ضرورت نہیں (۸) کہا جاتا ہے۔ شہر کی خوبصورتی اس کی صفائی ستھرائی کی مرہون منت ہے دیہاتی حسن اس کا محتاج نہیں۔

کاملین امت کے سادہ اسماء گرامی

اور اس کی ایک روشن اور پاک نظیر یہ ہے(۱) کہ امت میں جتنے اکابر سلف(۲) گذرے ہیں باوجود ان کے اکمل الامۃ(۳) مانے جانے کے آج ان کا نام کس سادگی و اختصار سے بلا انضمام بڑے لمبے چوڑے لقبوں(۴) سے لیا جاتا ہے کسی کو یہ کہتے نہ سنا ہوگا جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری الشاہ مولوی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کذا وکذا۔ اکثر تو صرف ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہا جاتا ہے اور اسی میں محبت وعظمت کا وہ لطف آتا ہے کہ بڑے بڑے القاب وآداب میں نہیں آتا اور جو کسی کا بہت ہی شوق ہوا تو امام کا لفظ بڑھا دیا۔ جیسا بعینہ اسی طرح چند روز سے خود بخود لوگوں کے السنہ(۵) پر مدرسہ دیوبند کے ساتھ عالیہ کا لفظ اطلاق کیا جانے لگا ہے(۶)۔

یہ ایک مضمون بطور جملہ معترضہ کے لفظ ''بلا لقب'' کی توضیح میں بڑھ گیا جس کی ناظرین سے معافی چاہتا ہوں بالجملہ وہ مدرسہ جو بوجہ جامع خصوصیات بالا ہونے کے دارالعلوم ہونے کے لائق ہے مدرسہ دیوبند ہے چنانچہ اس کا دارالعلوم ہونا بفضلہ تعالیٰ طے ہوگیا ہے۔(۷)

الجامعۃ القاسمیہ

اور اس کا سب سے پہلا قاعدہ جو کبھی متغیر ومتبدل(۸) نہ ہوگا نہایت اہتمام والتزام کے ساتھ منظور ہوا ہے کہ اس دارالعلوم کے افسر اعلیٰ(۹) اکابر علماء اہل حق کی ایک خالص مذہبی جماعت ہوگی اور تمام منتظمین پر ان کا ہر حکم بلا مزاحمت

(۱) عمدہ مثال (۲) بڑے بڑے بزرگ گذرے ہیں (۳) امت میں سب سے زیادہ کامل ہونے کے باوجود (۴) بغیر لمبے چوڑے القابات کے لیا جاتا ہے (۵) لوگوں کی زبان پر (۶) مدرسہ عالیہ کہا جانے لگا (۷) چنانچہ اب یہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے نام سے ساری دنیا میں مشہور ہے (۸) جو کبھی تبدیل نہیں ہوگا (۹) علماء کی ایک مجلس منتظمہ اس کو چلائے گی۔

وبلا معاوضہ کثرت رائے و بلا تفتیش وجوہ و علل فیصلہ ناطق سمجھا جاوے گا(۱) اور اس جماعت کا لقب الجامعۃ القاسمیہ تجویز کیا گیا ہے۔

اور مدرسہ موصوفہ کا ان خصوصیات کا جامع ہونا فلسفی مزاجوں کے نزدیک خواہ کسی سبب ظاہری سے ہو مگر ہمارا تو یقین اور اعتقاد ہے کہ اس کا سبب صرف ایک امر باطنی ہے وہ یہ کہ وہ ایسے مقبولان الٰہی کا بنا کردہ ہے (۲) جن پر اصاغر تو کیا ان کے اکابر بھی فخر کرتے تھے بقول کسی صاحب ذوق کے ؎

شاباش آں صدف کہ چناں پرورد گہر آبا ازو مکرم وابناء عزیز تر

''اس سیپی کو مبارک ہو جس نے ایسے موتی کی پرورش کی جس کی وجہ سے اس کے باپ دادا، اکرام والے اور بیٹے عزت والے ہیں''۔

اور بانی کی برکت کا موجب ترقی اصلی ہونا ایک عارف کی شہادت میں مصرح بھی ہے (۳) وہ مولوی رومی ہیں۔

حیث (۴) یقول: کعبہ را ہردم تجلی میفزود این زا اخلاصات ابراہیم بود

''جیسا فرماتے ہیں کہ کعبہ پر ہر وقت تجلیات بڑھ رہی ہیں یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاص کی بناء پر ہے''

میرا نام لینا اس غرض سے نہیں کہ میرے نام لینے ہی سے میرے دعوے کو مان لیا جاوے یہ نام لینا تو صرف ان لوگوں کے انتظار کے جواب میں تھا جن کو تطبیق اوصاف میں نام لینے سے سہولت ہوتی ہے (۵) باقی اصل مدارس دعویٰ کا ان خصوصیات کا منطبق ہونا ہے سو میں درخواست کرتا ہوں کہ میرے نام لینے سے قطع نظر کرکے خود سب حضرات نمبر وار غور فرمالیں کہ مجموعہ اوصاف کا جامع اس وقت کون سا مدرسہ ہے۔

(۱) اور ساری انتظامیہ اور اساتذہ اس کے فیصلہ کو بغیر اس تحقیق کے کہ یہ فیصلہ کثرت رائے سے ہوا ہے تسلیم کریں گے (۲) بنایا ہوا ہے (۳) اور بانی کی برکت سے ادارے میں ترقی ہونے کو مولانا رومی نے اس شعر میں بیان کیا ہے (۴) وہ کہتے ہیں (۵) نام لینے کی بنا پر ان اوصاف کو دارالعلوم میں دیکھنا آسان ہے۔

مجموعہ اوصاف کا جامع دارالعلوم

وصف اول نے تو تمام مدارس اسلامیہ خالصہ کو شریک رکھ کر خالص دنیوی اور دینی دنیوی مخلوط مدارس کو مستثنیٰ کر دیا ان پر کسی طرح اس کا احتمال ہی نہیں ہوسکتا اور اس وقت یہ مسئلہ ضروری البحث (۱) نہیں کہ وہ اپنے اپنے غرض موضوع لہ میں کیسے ہیں یا کون کامیاب ہے کون نہیں اور پھر ہوسکتا ہے یا نہیں اس وقت تو صرف یہ کہا جاتا ہے کہ وہ خالص مذہبی دارالعلوم نہیں بن سکتے اور اگر وجدان وذوق (۲) صحیح کے ساتھ مشاہدہ سے کام لیا جاوے تو صرف مشاہدہ اس دعوے کی کافی شہادت دے سکتا ہے۔

اور وصف دوم وسوم نے بہت سے معمولی مدارس کو مستثنیٰ کر دیا جہاں کمالی اور مالی (۳) ذخیرہ کم ہے اور خاص خاص مدارس شریک رہے گو بطور کلی مشکک قلت وکثرت (۴) کے تفاوت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن وصف چہارم نے بقیہ شرکاء سے بھی مدرسہ دیوبند کو ایسا امتیاز دیا ہے کہ

آفتاب آمد دلیل آفتاب گر دلیلت باید ازوے رومتاب

''سورج اپنے وجود کی خود دلیل ہے، اگر دلیل چاہو تو اس سے آج منہ پھیر لو''

عام اہل اسلام اپنے ہی قلوب کو ٹٹول لیں کہ اس مدرسہ کی طرف کس قدر کشش ورجحان اور اس کی خدمت کرنے میں اطمینان کے ساتھ کس قدر نشاط ہوتا ہے اور اگر کسی عارض سے کشش اور نشاط نہیں ہے تو یہ دیکھ لیں کہ وقعت اور عظمت کس قدر ہے۔ غرض اگر ایک کے نزدیک محبوب ہے تو دوسرے کے نزدیک معظم کیا اس کو دیکھ کر ہم انتم شهداء الله في الارض (تم زمین پر گواہ ہو) سے استدلال نہیں

(۱) اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے کہ وہ مدارس کیسا کام کر رہے ہیں (۲) اگر انسان کی قوت مدد کو اور ذوق صحیح ہو تو (۳) جہاں اہل کمال اور اسباب مالی کی کمی ہے (۴) کمی بیشی۔

کر سکتے۔ اب امید ہے کہ میرے اس دعوے کے صدق وصحت میں کسی کا اختلاف نہ رہے گا میں بقسم کہتا ہوں کہ فی ہذہ الدعوی ﴿اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ط وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ ط عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ﴾ ''میں سوائے اصلاح کے اور کچھ نہیں چاہتا جس قدر مجھ سے ممکن ہے اور میری توفیق منجانب اللہ ہے میں نے اسی پر توکل کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں''

مدارس کی اعانت عام مسلمانوں پر واجب ہے

حکم چہارم: اس جماعت کی جب کہ وہ موجود ہو، اعانت، اور آئندہ اس کے قائم کرنے کے اہتمام کرنے والوں کی اعانت، اور بعد اعتبار تجربہ متضمنہ حکم سوم (۱) بعنوان (۲) دیگر ایسے دارالعلوم کی اعانت وامداد عامہ امت پر ضروری ہے چنانچہ ولتکن سے اس جماعت کے قیام کا وجوب (۳) اور مشاہدہ سے اس قیام کا اعانت عامہ پر توقف (۴) یہ اس وجوب اعانت کے لئے کافی دلیل ہے۔ (۵)

شبہ کا جواب

اور کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ جب حدیث لایزال الخ سے وجود تکوینی اس جماعت کا ثابت ہوتا ہے جیسا ابتدائی مضمون میں اس حدیث کے ذیل میں بیان ہوا ہے تو بعد تکفل حق تعالیٰ کے خلق کے تکفل کی کیا ضرورت ہے (۶) جو اس تکفل کو موقوف علیہ قرار دے کر واجب کہا جاوے۔

جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے تکفل کا اسی طرح ظہور ہوتا ہے کہ مخلوق پر اس تکفل کو واجب فرمایا (۷) اور ہزاراں ہزار بندوں کو اس واجب کے ادا کرنے کی

(۱) حکم سوم میں جو بات بیان کی ہے اس کے تجربہ کے بعد۔ (۲) دوسرے عنوان سے یوں کہہ سکتے ہیں (۳) اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایسی جماعت قائم کرنا واجب ہے (۴) مشاہدہ سے معلوم ہوا کہ اس جماعت کا قیام مسلمانوں کے مدد کرنے پر منحصر ہے (۵) یہی مدارس کے مدد کرنے کے وجوب کی کافی دلیل ہے (۶) جب اللہ اس کے کفیل ہیں تو مخلوق کی کفالت کی کیا ضرورت ہے (۷) بندون پر اس اعانت کو واجب کرنے ہی سے اللہ تعالیٰ کا کفیل ہونا معلوم ہوا

توفیق دی اور بعد ادائے واجب کے اس کا ثمرہ کہ قیام جماعت ہے مرتب ہوا تو وعدہ الٰہیہ اس طرح صادق ہوگیا۔

جس طرح قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرما کر اس کو اس طرح پورا کیا کہ بندوں کو بھی اس کا مکلّف[۱] بنایا اور مکلفین میں بہت لوگوں کو توفیق دی تو کیا کسی کو اس کہنے کی گنجائش ہے کہ جب حق تعالیٰ نے حفاظ قرآن کی کفالت فرمائی ہے تو ہم کو اس کے اہتمام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح اس جماعت کے وجود کے وعدہ سے اقامت جماعت کے اہتمام کا واجب ہونا لازم نہیں آتا۔

فلسفیانہ شبہ کا جواب

اگر کسی کو دوسرا فلسفی شبہ ہو کہ اس صورت میں حق تعالیٰ کا فعل ہمارے فعل پر موقوف ہوا تو نعوذ باللہ منہ واجب کو ممکن کی طرف احتیاج لازم[۲] آئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تقریر بالا سے معلوم ہوا ہوگا کہ اصل موقوف علیہ توفیق ہے اور توفیق خود فعل حق ہے[۳] اور اس کے بعد جو بندہ کا فعل ہے وہ توفیق کا موقوف علیہ نہیں بلکہ توفیق کے لوازم متاخرہ سے ہے[۴] اور توقف شئی علی شئی آخر سے اس پہلی شئی کا توقف اس شئی آخر کے لازم متاخر پر لازم نہیں آتا کوجود النھار یتوقف علی طلوع الشمس الذی من لوازمہ المتاخرۃ طمس الکواکب فلا یلزم توقف وجود النھار علی طمس الکواکب ولا یلزم ان یکون لطمس الکواکب مدخل فی وجود النھار فافھم[۵]۔

(۱) پابند کیا (۲) اللہ تعالیٰ کا مخلوق کا محتاج ہونا لازم آتا ہے (۳) اصل میں یہ کام توفیق پر موقوف ہے اور اعانت کی توفیق دینا یہ اللہ کا فعل ہے (۴) اس کے بعد اعانت کرنا جو بندہ کا فعل ہے وہ اس توفیق کے لوازم میں سے ہے (۵) اگر کسی چیز کا وجود دوسری پر موقوف ہو تو اس پہلی چیز کا وجود دوسری چیز کے اثر پر موقوف نہیں ہوگا جیسے دن کا وجود سورج طلوع ہونے پر موقوف ہے اور سورج کے طلوع ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ستارے بے نور ہوجائیں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دن کا وجود ستاروں کے بے نور ہونے پر موقوف ہے اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ستاروں کے بے نور ہونے کو وجود نہار میں دخل ہے۔ اس بات کو خوب سمجھ لو۔

آمرین بالمعروف کی مخالفت پر وعید

حکم پنجم: جو ایسی جماعت کی یا اس کی اقامت میں سعی کرنے والوں کی نصرت و اعانت نہ کریں گے وہ حق تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں لا یضرھم من خذلھم۔ (میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت حق پر موجود رہے گی۔

لوگوں کی مخالفت ان کو نقصان نہیں پہنچائیگی

میں سخن فہم کی نظر میں اس کی صراحت ہے چنانچہ ابتداء مضمون ہذا میں اس حدیث کے تحت میں اس کی ایک تقریر بھی کی گئی ہے ملاحظہ فرمایا جاوے اور اس طرح بھی اس کی تقریر ہوسکتی ہے کہ ''من خذل'' سے ضرر رسانی کی نفی کی گئی ہے تو خذلان اگر امر جائز ہوتا تو شرعاً ضرر رسانی کا اس میں احتمال ہی نہ تھا تو نفی کی ضرورت ہی نہ تھی (۱)۔ نفی اسی لئے کی کہ فی نفسہ متوجہ ہوں گے (۲) اور جو نہ ہوں گے ان کے نہ ہونے سے کچھ ضرر نہ ہوگا (۳) اور ضرر نہ ہونے کی ظاہری صورت وہ ہوگی جس کو ایک آیت کریمہ میں فرمایا ہے ﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾ (۴) ''اور اگر تم روگردانی کروگے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کرے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے''

یہاں بھی اس مضمون کو یاد کرلیا جاوے جو اختلاف اجتہادی کے متعلق حکم پنجم کے اخیر میں مذکور ہوا ہے جس میں اہل عذر اجتہادی مستثنیٰ کئے گئے۔

مدرسہ میں فقہاء و محدثین کی تیاری اور ان کے مشاہرے (۵) کا اہتمام

حکم ہفتم (۶) بقول شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم خدا اس دار العلوم میں ان لوگوں کو تیار کرنے کا سامان کیا جاوے مفسر، محدث، فقیہ، متکلم، مناظر، مصنف،

(۱) اگر اس جماعت کا ساتھ نہ دینا کوئی جائز کام ہوتا تو شرعی طور پر اس میں نقصان پہنچانے کا احتمال ہی نہ ہوتا (۲) نفی اس لئے کی کہ کچھ نہ کچھ تو متوجہ ہوں گے (۳) نقصان نہیں ہوگا (۴) سورۃ محمد: ۳۸ (۵) تنخواہ (۶) ساتواں حکم۔

مفتی، واعظ، اور ایسے لوگ ان خدمات کے لئے منتخب کئے جاویں جو یا تو غناء ظاہر رکھتے ہوں یا غناء باطن (۱) اور ان کی مالی خدمات حسبۃ اللہ عمر بھر کی جاوے (۲) اور وہ عمر بھر دین کی خدمت میں خالصاً للہ مشغول رہیں (۳)۔ لفظ خلفاء باطنیین میں اس طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ خلافت نبوۃ کی ہے (۴) اور انبیاء علیہم السلام کا یہی طریق رہا ہے کہ انہوں نے اشاعت دین پر معاوضہ نہیں لیا: (لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْراً۔ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مَا لاً۔ اَمْ تَسْئَلُھُمْ خَرْجًا فَخَرْجُ رَبِّكَ خَیْر) ''میں تم سے معاوضہ کا سوال نہیں کرتا میں تم سے مال کا سوال نہیں کرتا'' اسی طرح وارثان علوم نبویہ کے لئے بجائے اکتساب کے ان کے نفقات قوم کے ذمہ قرار دیئے گئے (۵) (قال اللّٰہ تعالی لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لاَ یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ) الخ۔ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ فقراء جو اللہ کی راہ میں محصور ہیں اور زمین پر چل پھر نہیں سکتے''۔

دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا عبیداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سندھی کی برکات

اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور اس مختصر مضمون میں صرف اجمالی خاکہ ضرورت وحالت دارالعلوم کا کھینچا گیا ہے۔ اس کے بعد میں مولانا عبیداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ناظم جمعیۃ الانصار سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ زبانی یا اپنی تحریرات سابقہ یا حال کے ذریعہ سے جو کہ اسی مضمون میں لکھی گئی ہوں اس مضمون کی جس قدر مناسب سمجھیں تفصیل فرمادیں کہ وہ اس کو اچھی طرح سمجھے ہوئے ہیں اور اچھی طرح سمجھا سکتے ہیں۔

بلکہ میں نے جو کچھ ان پریشان عبارات (۶) میں عرض کیا ہے وہ ان ہی کی توجہ کی برکت ہے اور میں یہ بات براہ تکلف نہیں کہتا بلکہ یہ ایک واقعہ ہے

(۱) اگر ظاہری مال ودولت نہ ہو تو باطنی طور پر مستغنی ہوں (۲) خالص اللہ کی رضاء کے لئے ان کی مالی خدمت ہمیشہ کی جائے (۳) علماء کو اپنے کھانے اور ضروریات کے لئے کاروبار کرنے کی اجازت نہیں بلکہ ان کے اخراجات پورے کرنے کے ذمہ دار عوام ہیں (۴) علماء انبیاء کے خلفاء ہیں (۵) علماء دین کی خدمت خالص اللہ کی رضاء کے لئے کریں (۶) غیر مربوط عبارت میں ذکر کیا ہے۔

جو مجھ پر گذرا ہے کہ جب مجھ سے مولوی صاحب موصوف نے اس بات میں کچھ لکھنے کے لئے کہا تو واقعی میں خالی الذہن تھا جب انہوں نے مجھ سے کچھ لکھنے کو فرمایا۔

ایک صفحہ کے لائق بھی ذہن میں مضمون نہ تھا اور مولوی صاحب نے فرمائش کی بیس صفحہ کی میں نے عذر بھی کیا مگر دوبارہ فرمانے سے قبول کرنا پڑا لیکن متردد تھا(۱) کہ کیا لکھوں گا صرف شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت کہ وہ بھی مجھ کو مولوی صاحب ہی سے ملی تھی میرے پاس کل سرمایہ تھا(۲) مگر جب لکھنے بیٹھا غالباً پانچ گھنٹہ میں یہ بیس صفحہ لکھے گئے میرا اعتقاد یہ ہی ہے کہ اس فضل خداوندی کے ظاہری دوسبب ہوئے ایک مدرسہ دیوبند کی مقبولیت دوسرا مولوی صاحب کی توجہ کی برکت اس کے چاہے یہ معنی نہ ہوں کہ مولوی صاحب۔ صاحب تصرف ہیں(۳) لیکن یہ ضرور ہے کہ صاحب خلوص(۴) ہیں خلوص کی ایسی تاثیرات متعدیہ(۵) کا انکارنہیں کیا جاسکتا۔

و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین۔(۶)

---

(۱) لیکن اس پریشانی میں تھا کہ کیا لکھوں (۲) صرف شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کی ایک عبارت ہی میرے پاس تھی (۳) کہ انہوں نے تصرف کرکے مجھ سے یہ مضمون لکھوالیا (۴) مخلص ہیں (۵) خلوص کا اثر دوسروں پر بھی ہوتا ہے اس کا انکارنہیں ہوسکتا (۶) اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس وعظ سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خلیل احمد تھانوی